نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مخالفین کے ساتھ رویہ قرآن کی روشنی میں

علی حسن شگری

خلاصہ

بنی اکرمؐ کی سیرت طیبہ تمام انسانوں کے لیے اسوہ حسنہ ہے۔آپ کی سیرت طیبہ میں اپنے گھر والوں، اصحاب، صاحب ایمان مومنین کے ساتھ حسن سلوک کی مثالیں قرآن اور سنت کی تمام کتابوں میں بکثرت موجود ہیں۔جب رسول اکرم کا حسن سلوک رحم و کرم، غیر مسلموں بلکہ آپ کے مخالفین اور آپ کے جانی دشمنوں کے ساتھ دیکھتے ہیں توانسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے ۔ رسول اکرمؐ جہالت کے اندھیروں میں بھٹکتی انسانیت کو سعادت کی راہ پر گامزن کرنے کے لیے مختلف طریقے اپناتے مگر کچھ بدنصیب پھر بھی ہدایت سے محروم رہتے تو آپ رنجیدہ خاطر ہوجاتے دکھ کرب اور درد محسوس کرتے ۔آپ کو لوگ ستاتے آپ پر پتھر برساتے، آپ پر جنگوں کو مسلط کرتے اور آپ کو قتل کرنے کی سازشیں کرتے مگر آپ کبھی بدلے پر نہیں اترے بلکہ دل سے دعا نکلتی اے اللہ ان پر رحم فرما، یہ مجھے نہیں جانتے۔لیکن نظام اجتماعی کو دشمنوں اور مخالفین کی شرور سے محفوظ کرنے کے لیے آپ نے ایسا نظام دیا جس کی وجہ سے اجتماعی معاملات اور لوگوں کے جان مال محفوظ رہیں اس لیے معاہدہ ہوئے اور معاہدوں کی پاسداری نہ کرنے والوں سے سختی سے نمٹا گیا۔جنگی دفاعی حکمت عملی میں کوئی کمزوری آنے نہ دی۔ منافقین کی چالوں اور خواہشات نفس کے پیروکاروں کے آگے تحذیر ،قصاص اور حدود مقرر کیے اور اس پر سختی سے کاربند رہے۔ باغیوں اور سرکشوں اور فسادیوں سے آہنی ہاتھوں سے نمٹتے رہے مگر جونہی وہ تسلیم ہوتے یا ان پر قدرت پاتے آپ کے رحم کرم کا سایہ پھر ان کے سروں پر سایہ فگن ہو جاتا۔قدرت پاجانے کے بعد کبھی بھی بدلہ نہ لیا حتیّٰ آپ کے چچا کا کلیجہ چبانے والوں کو بھی عام معافی دی۔پس آپ کی زندگی اور ہم و غم یہی تھا کہ انسان ہدایت کے راہ پر چلیں اور دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل کریں۔منتخب موضوع کا مقصد آپ کی سیرت میں مخالفین کے ساتھ سلوک سے آگاہی حاصل کرنا ہے اور عصر حاضر میں اسلام اور مسلمانوں کے مخالفین کے ساتھ مختلف حالات میں اسوہ رسول سے رہنمائی حاصل کرنا ہے۔

کلیدی الفاظ: اسوہ، سیرت، مخالفین، حسن سلوک

مقدمہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام جس طرح اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی کی صورت میں نازل ہوا تھا اسی طرح اس کے فروغ واشاعت کا طریقہ کار اور طریقہِ تبلیغ بھی الہامی تھا۔[1] آپؐ کے اقوال سے وحی الٰہی ہیں اور آپ کی اطاعت اور اتباع اور آپ کے نقش قدم کو کلمہ گوؤں کے لیے اسوہ حسنہ بنایا۔آپ کی سیرت میں مخالفین کے ساتھ رویوں اور ان کے ساتھ سلوک اور طرز عمل کا ایک بہت بڑا باب ہے جسے ابھی تک کھولا نہیں گیا۔ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفین کے ساتھ حالات و واقعات کے مطابق رونما ہونے والے طرز عمل کو پیش نظر رکھیں اور ہمارا بھی مخالفین کے ساتھ ایسا ہی طرز عمل وجود میں آجائے۔ملک عزیز پاکستان ایک اسلامی ملک ہے اور اسلامی مملکت ہونے کی بنا پر اس کے مخالفین اور دشمن موجود ہے اس ملک کے ذمہ داروں کے علم ہونا چاہیے کہ مخالف کے ساتھ کس رویے سے پیش آئیں؟ یہ طریقہ کار رسولؐ کی سیرت طیبہ میں موجود ہے،اس سے رہنمائی لینے کی ضرورت ہے۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے آپؐ کے مخالفین کون تھے؟ان کا تعارف اور مخالفت کے اسباب کو جانا ضروری ہے۔پھر دیکھنا ہوگا کہ آپ نے ان سے کے ساتھ کس طرح کا برتاؤ کیا؟

پیغمبرِ اسلام حضرت محمدؐ کے مخالفین کا تعارف

ختمی مرتب کے مخالفین کے چار بڑے گروہ مشرکین،یہودی،عیسائی اور منافقین تھے۔ان میں سے ہر گروہ کا تعارف اور دشمنی کی علل واسباب کو بیان کرنے کے ساتھ ان کے ساتھ آپؐ کے رویے کو بھی بیان کیا جائے گا۔

۱۔مشرکین

عصرِ رسولؐ میں سب سے پہلے آپ سے دشمنی کرنے والے مشرکین تھے۔ مشرک مادہ شرک سے ہے جو اسم فاعل ہے۔لغت میں اس کا معنٰی "خلط الملکین "[2] دو ملکیت کا مخلوط ہونا ہے اور قرآنی

- [1] اختر، حافظ محمود، تبلیغ دین میں نبی اکرمؐ کا طریقہ کار، مقالہ،ماہانہ محدث،مدیر حافظ عبد الرحمٰن مدنی، مئی،جون،۱۹۹۵ شمارہ ۲۰۴،ل۔ اہور، ص ۸۳
- [2] اصفہانی،راغب، حسین بن محمد المفردات فی غریب القرآن، دار العلم الدار الشامیۃ، دمشق بیروت، ۱۴۱۲اق، ص ۴۵۱

اصطلاح میں مشرک اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی چیز یا شخص کے لیے خدا کے مقابلے میں مستقل وجود یا اثر کا قائل ہو اور اپنے اعمال میں غیر اللہ کے لیے حصے کا قائل ہو[1]۔

قریش کے مشرک سردار تعصب، غلط عقائد، مادی منافع اور عیش عشرت کی زندگی کی راہ میں اسلام کو سب سے بڑی رکاوٹ تصور کرتے تھے اور اپنی خام غلط عقائد کو اسلام کے پھیلنے کی وجہ سے نابود ہوتے دیکھ رہے تھے اسی لیے فوراً اسلام کے مقابلے میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ لوگ اسلام کی اعلان نبوت کے ساتھ ہی پوری طاقت کے ساتھ نبی اکرمؐ کی دعوت کو ناکام بنانے کی کوشش کرنے لگے اور یہ سلسلہ اٹھارہ سال یعنی فتح مکّہ تک جاری رہا۔ انہوں نے مختلف حربوں اور طریقوں سے چراغِ اسلام کو گل کرنے کے لیے منصوبہ بندی کی، کئی جنگی معرکے وجود میں آئے لیکن وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے۔ مکہ کے اکثر افراد کے مشرکانہ عقائد تھے جن میں بعض یہ ہیں:

قرآن کی نظر میں مشرکین کے بعض اہم اعتقادات

بعض مشرک ایسے تھے جو سرے سے ہی اللہ کے وجود کا انکار کرتے تھے۔ قرآن نے ان کے عقائد کے باطل ہونے کو یوں بیان کیا:

كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ [2]

اللہ کے بارے میں تم کس طرح کفر اختیار کرتے ہو؟ حالانکہ تم بے جان تھے تو اللہ نے تمہیں حیات دی، پھر وہی تمہیں موت دے گا، پھر (آخر کار) وہی تمہیں زندہ کرے گا، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤگے۔

بعض لوگ موت و حیات اور تدبیرِ عالم کی مہار دہر کے ہاتھوں میں ہی دیکھتے اور اس کا اظہار یوں کیا کرتے تھے:

وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ [3]

---

[1]۔ مصطفوی، حسن، التحقیق فی کلمات القرآن، بنگاہ ترجمہ و نشر کتاب، ۱۳۶۰ش، تہران، ج۶، ص۵

[2]۔ البقرۃ/۲۸

[3]۔ الجاثیۃ/۲۴

اور وہ کہتے ہیں: زندگی تو بس یہی دنیاوی زندگی ہے (جس میں) ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں صرف زمانہ ہی مارتا ہے اور انہیں اس کا کچھ علم نہیں ہے، وہ صرف ظن سے کام لیتے ہیں۔

بعض مشرکین اللہ کے وجود کے قائل تھے مگر بتوں کی پرستش کرتے تھے ان کے گمان میں بتوں کی پرستش اللہ سے قریب ہونے کے لیے ہے۔ بعض بت پرست اللہ کے خالق ہونے کا بھی یقین رکھتے تھے اور بعض ثنویت اور تثلیث اور اسی طرح تدبیرِ عالم میں بہت سے دوسرے وجودوں کے بھی قائل تھے[1] جیسا کہ ارشادالٰہی ہے:

وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ[2]

ان لوگوں نے اللہ کا شریک بنا رکھا ہے۔

وَجَعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا لِيُضِلُّوا عَنْ سَبِيلِهِ[3]

اورانہوں نے اللہ کے لیے کچھ ہمسر بنالیے تاکہ راہ خدا سے (لوگوں کو) گمراہ کریں۔

اس کے علاوہ بتوں کی شفاعت پر اعتقاد رکھتے اور ہر قبیلے کے اپنے بت تھے۔[4]

اکثر مشرکین معاد کے منکر تھے۔[5]

وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُمْ بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ[6]

اور وہ کہتے ہیں: زندگی تو بس یہی دنیاوی زندگی ہے (جس میں) ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں صرف زمانہ ہی مارتا ہے اور انہیں اس کا کچھ علم نہیں ہے، وہ صرف ظن سے کام لیتے ہیں۔

---

[1]- سبحانی، جعفر، منشور جاوید قرآن، مؤسسہ امام صادق (ع)، ۱۳۸۳ش، قم، ج۱ص ۱۳۳

[2] - الرعد/ ۳۳

[3]- إبراهیم/ ۳۰

[4] - رازی، فخرالدین ابوعبداللہ محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، داراحیاء التراث العربی، ۱۴۲۰ق، بیروت، ج۱۷، ص: ۲۲۷

[5]- وَقَالُوا مَا هِيَ إِلّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَ نَحْيَا وَ مَا يُهْلِكُنَا إِلّا الدَّهْرُ وَ مَا لَهُمْ بِذٰلِکَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلّا يَظُنُّونَ

[6]- الجاثیۃ/ ۲۴

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دشمنی کی وجہ

بعثت کے تین سال بعد جب اللہ کا حکم آیا:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ[1]

آپ کو جس چیز کا حکم ملا ہے اس کا واشگاف الفاظ میں اعلان کریں اور مشرکین کی اعتنا نہ کریں۔

تو آپ نے اسلام کی اعلانیہ دعوت دینے کے لیے کعبہ کے قریب موجود صفا کی پہاڑی کا انتخاب کیا اور آپ نے پہاڑ پر چڑھ کر کہا: یاصباحاہ، یہ وہ جملہ تھا جو عرب میں خطرے کی گھنٹی سمجھی جاتی تھی، جب لوگ جمع ہوئے تو آپ نے ان کی نفسیات جاننے کے لیے پوچھا: اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر ہے جو تم پر حملہ آور ہونے والا ہے، تو کیا مانو گے؟ سب یک زبان ہو کر بولے ہم مان لیں گے، چونکہ آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ پھر رسولؐ نے فرمایا: میں تمہیں جہنم کی آگ سے ڈراتا ہوں، تم قولو لا الہ الا اللہ تفلحوا لا الہ الا اللہ کہو فلاح پاجاؤ گے۔[2]

مشرکین کی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دشمنی کی نوعیت

- توہین رسالت مآب

مشرکین نے آپ کو کذاب، ساحر، مجنون کہا اور آپ پر ناروا تہمتیں لگائیں۔ جب یہ کوششیں بھی کامیاب نہ ہوئیں تو مصالحت کی چال چلائی۔[3] اس کے علاوہ زر، زن، منصب کا لالچ بھی دیا مگر رسول نے ایک جملے میں ان کی امیدوں پر پانی پھیر دیا واللہ لو وضعوا الشمس في يديميني , و القمر في يديساري ,على أن أترك هذا الأمر حتى يظهره الله أو أهلك فيه ما تركته[4] جب آپ اس پر بھی تبلیغ دین سے ہاتھ نہ اٹھایا تو آپ کی جان کے درپے ہو گئے۔

- قتل کی سازش

[1] - الحجر/۹۴.

[2] - الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر، تاریخ الطبری، دار التراث، ۱۳۸۷/۱۹۶۷، بیروت ج ۲، ص ۳۱۸- ۳۱۹.

[3] - الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر، تاریخ الطبری، ، ج ۲ ص ۸۱

[4] - ابوالفتح، محمد بن سد الناس، عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر، دار القلم، بیروت، ط الأولی، ۱۹۹۳ ج ۱، ص ۱۱۸

قریش نے ابو طالبؑ کو یہ پیشکش بھی کی کہ آدمی کے بدلے آدمی لے کر تصفیہ کر لیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے حوالہ کر دیں تاکہ ان کو قتل کر دیں، جناب ابو طالبؑ ان کی یہ پیشکش سن کر بہت ناراض ہوئے اور بولے: تم اپنے بچے مجھے دینا چاہتے ہو تاکہ میں ان کی پرورش کروں اور میرے بیٹے کو مجھ سے چھیننا چاہتے ہو تاکہ اسے قتل کر دو؟ خدا کی قسم یہ ناممکن ہے۔

آپ کا یہ شعر اسی واقعہ کو بیان کر رہا ہے:

فلسنا و رب البيت نسلم أحمدا – لعزاء من عض الزمان و لا كرب[1]

بیت اللہ الحرام کے خدا کی قسم ہم احمدؐ کو تمہارے حوالے نہیں کریں گے، حتی جتنا بھی تم لوگ ہم پر دباؤ ڈالو اور مشکلات کو زیادہ کرو۔

وَ اللّهِ لَنْ يَصِلُوا إِلَيْكَ بِجَمْعِهِمْ – حَتَّى أُوَسَّدَ فِي التُّرَابِ دَفِيناً

فَاصْدَعْ بِأَمْرِكَ مَا عَلَيْكَ غَضَاضَةٌ – وَ انْشُرْ بِذَاكَ وَ قَرَّ مِنْكَ عُيُونا[2]

خدا کی قسم ہرگز قریش کے ہاتھ تم تک نہیں پہنچ سکتے، میں جب تک زندہ ہوں قبر میں جانے تک، تمہیں اکیلا نہیں چھوڑوں گا، جس کام کا خداوند نے تمہیں حکم دیا ہے، اسے ظاہر کرو اور کسی سے بھی ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اس سے بنو عبد مناف بھی تقسیم ہو گئے۔ صرف بنو ہاشم (سوائے ابو لہب کے) اور بنو مطلب رسول اللہؐ کے ساتھ رہ گئے۔

- قتل رسولؐ کی اجتماعی کوشش

ابو جہل اور دیگر مشرکین کی طرف سے کئی بار انفرادی طور پر رسولؐ کو قتل کرنے کی کوشش کی گئی مگر ناکام رہے۔ شب ہجرت ابو جہل کے مشورے پر تمام قبیلوں کے افراد آپؐ کو قتل کرنے پہنچ گئے۔ رسول اللہ نے حضرت علیؑ کو بستر پر سلایا اور مدینے کی طرف تشریف لے گئے۔

➢ جنگ کے ذریعے آپؐ کو قتل کرنے کی کوشش

[1] - ابن کثیر الدمشقی، ابوالفداء إسماعیل بن عمر القرشی (متوفی ۷۷۴ھ)، البدایۃ والنہایۃ ج ۳ ص ۳۱۰، ناشر: دار ابن کثیر

[2] - ابن شہر آشوب، رشید الدین ابی عبد اللہ محمد بن علی السروی المازندرانی، مناقب آل ابی طالب ج ۱ ص ۸۵، المکتبۃ والمطبعۃ الحیدریۃ، ۱۳۷۶ھ – ۱۹۵۶م.

مشرکینِ مکہ اپنی انا کے اسیر تھے اور اپنے جاہلانہ اور مشرکانہ عقیدے پر مصر تھے۔ وہ رسولؐ اور ان کے پیروکاروں کو سبق سکھانے کے لیے مدینے میں ہی ان کے چراغ زندگی کو گل کر دینا چاہتے تھے۔ آپؐ کو قتل کرنے کے لیے بار بار مدینہ پر حملہ کیا لیکن ہر بار ذلت و رسوائی کا منہ دیکھنا پڑا۔ ہر بار کسی اہم شخصیت سے ہاتھ دھونا پڑا۔ جنگ احزاب کے بعد مشرکینِ مکہ اور مدینہ و مکہ کے اطراف میں رہنے والے قبائل بھی اس نتیجہ تک پہنچ گئے تھے کہ اب مسلمانوں سے مقابلہ ان کے بس کی بات نہیں رہی۔ پانچ ہجری کو ہونے والی جنگِ احزاب اور اس کی ناکامی نے مشرکین کو نفسیاتی طور پر مغلوب کر دیا تھا۔

مشرکین کی ان تمام بدسلوکیوں کے باوجود رسول اکرمؐ کی سیرت

تبلیغی عمل میں مشرکین کے ساتھ رویہ

رسول اکرم ﷺ دینِ اسلام کی تبلیغ کو اپنا سرمایہ حیات قرار دیتے تھے اور شب روز دینِ اسلام کی تبلیغ میں صرف کرتے تھے۔

آپؐ کے حسنِ اخلاق اور تبلیغ دین میں اس کے اثرات کا اندازہ حضورؐ کے ایک واقعہ سے کیا جاسکتا ہے کہ آپ کے دولت خانہ پر ایک اجنبی شخص آیا۔ آپؐ نے اسے کھانا کھلایا اور رات بسر کرنے کے لیے جگہ دی۔ لیکن یہ شخص بدنیتی سے آیا تھا وہ شخص بستر پر غلاظت کر کے لوگوں کے بیدار ہونے سے قبل ہی بھاگ گیا لیکن اپنی تلوار وہیں چھوڑ گیا جب دور نکل گیا تو یاد آیا میں اپنی تلوار تو وہیں چھوڑ آیا ہوں وہ جلدی جلدی آیا کہ لوگوں کے بیدار ہونے سے قبل اپنی تلوار لے آؤں۔ جب وہ واپس آیا تو دیکھا کہ رسول اللہؐ خود اپنے ہاتھوں سے بستر کی صفائی فرما رہے تھے۔ آپؐ نے اسے کچھ بھی نہیں کہا۔ صرف اس قدر فرمایا کہ تم اپنی تلوار یہیں بھول گئے تھے۔ لے لو، اس حسن سلوک سے وہ بہت متاثر ہوا۔

صبر کی تلقین اور لڑائی سے اجتناب

رسول اللہ ﷺ نے صبر کو ایک دفاعی حکمت عملی کے طور پر استعمال کیا۔ اللہ نے رسول اکرم ﷺ کو متعدد مقامات پر صبر کرنے کا حکم دیا اور اللہ نے آیت نازل فرمائی:

فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ[1]

جو باتیں یہ کرتے ہیں اس پر آپ صبر کریں۔

چنانچہ آپ سخت ترین حالات میں بھی صبر کا دامن تھامے رہتے۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيلًا[2]

پس آپ صبر کریں، بہترین صبر۔

مشرکین کے ساتھ صلح

جنگ احزاب کی فتح یابی کے بعد رسول اللہ ﷺ سمیت چودہ سو سے زیادہ مسلمان مکہ کی طرف عازم عمرہ ہوئے۔ یہ خبر مکہ میں آگ کی طرح پھیل گئی۔ مشرکین نے اپنی ساخت کو برقرار رکھنے اور فوری جنگ سے بچنے اور ایک طویل مدّت جنگی تیاری کے لیے صلح اور مصالحت کا حربہ اختیار کیا۔ اس کام کے لیے سھیل بن عمر کو منتخب کیا اور کچھ شرائط پر دونوں فریقوں کے درمیان صلح طے پا گی۔ جو صلح حدیبیہ کے نام سے معروف ہے[3] مشرکین اس بات پر خوش تھے کہ ان کی یہ چال کارآمد ہو گی مگر یہ صلح انہی کے گلے کا پھندا بنی۔

صلح حدیبیہ میں آپ ﷺ کا رویہ

عربوں کا دستور تھا کہ اشہر حرم میں جنگ کی حرمت تھی۔ حج اور عمرے پر آنے والوں کو چاہے جانی دشمن ہی کیوں نہ ہو غیر مسلح ہونے کی صورت میں مکہ میں داخل ہونے سے نہیں روکتے تھے لیکن مشرکین نے اس قانون کی خلاف ورزی کی اور اس کے علاوہ سابقہ واقعات کے پیش نظر بھی اس موقع پر مسلمانوں کو تلوار اٹھانے کا پورا پورا حق حاصل تھا۔ لیکن رسول اللہؐ نے بعض اہم مصالح کے پیش نظر مشرکین سے صلح کا معاہدہ کر لیا۔

---

[1]۔ سورہ ق: ۳۹

[2]۔ معارج: ۵

[3]۔ مبارکفوری، صفی الرحمان، الرحیق المختوم، دار الھلال، س ن، بیروت، ، ص: ۳۱۲

مشرکین کی صلح شکنی پر آپ کا رویہ

حدیبیہ کا یہ معاہدہ ۹ ھجری تک برقرار رہا اور قریش کی طرف سے اس کی کوئی خلاف ورزی سامنے نہیں آئی۔ ۹ہجری میں قریش نے معاہدۂ حدیبیہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بنو خزاعہ کے خلاف لڑائی میں بنو بکر کو مدد فراہم کی۔ سردارانِ قریش اس پر نادم ہوئے اور انہوں نے ابوسفیان کو مدینہ بھیجا تاکہ وہ رسول اللہؐ کے ساتھ معاہدۂ صلح کی تجدید کر کے آئے۔ ابوسفیان یہ پیشکش لے کر مدینہ گیا، لیکن رسول اللہ نے اس کو قبول نہیں کیا۔

رسول اللہؐ نے اس کے بعد صحابہ کو تیاری کا حکم دیا اور اسی رازداری کی کیفیت میں حملہ آور ہو کر مکہ کو فتح کر لیا اور بیت اللہ کو تمام اصنام واوثان اور مشرکانہ رسوم کے تمام آثار سے پاک کر کے اس کو دینِ ابراہیمی کی اصل اساس یعنی توحید کے عالمی مرکز کی حیثیت سے بحال کر دیا۔

دینِ ابراہیمی کی روایات کے مطابق رسول اللہ نے مناسکِ حج کی تعلیم لوگوں کو دی اس طرح کفر وشرک سے بیت اللہ کی تطہیر اور اس کو توحید کا عالمی مرکز بنانے کا مشن مکمل ہو گیا، چنانچہ آپ نے اس موقع پر یہ اعلان فرمایا کہ:

> الا وإن الشيطان قد ايس من ان يعبد في بلادكم هذه ابدا [1]
>
> شیطان کو اب اس بات کی کوئی امید نہیں رہی کہ جزیرۃ العرب میں دوبارہ کبھی اس کی پوجا کی جائے گی۔

قبائل کے ساتھ معاہدے

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینے میں رہنے والے اہل کتاب اور مختلف قبائل سے معاہدہ کیا جس میں دفاعی دفعات کو خصوصیت کے ساتھ شامل فرمایا، جس سے دفاعی اور افرادی طاقت میں اضافہ ہوا اور نفسیاتی طور پر دوسرے ہم پیمان کوئی سازش نہ کر سکیں۔ میثاقِ مدینہ ایک سیاسی دستور العمل کے ساتھ ساتھ مدینہ کے شہریوں کے لیے ایک دفاعی معاہدہ بھی تھا۔ جس کے اندر دستوری، قانونی، انتظامی اور عدالتی اختیارات کا منبع اور سرچشمہ حضور اکرمؐ کی ذات مقدس کو قرار دیا اور اسی طرح ریاست کی اعلیٰ ترین فوجی قیادت کو بھی آپ ہی کی ذات پر منحصر کر دیا کو قرار دیا گیا۔

---

[1] - ترمذی، ابو عیسی محمد بن سورہ بن شداد، سنن ترمذی، باب الفتن، ماجاءَ دِمَاؤُكُمْ وَاَمْوَالُكُمْ رقم حدیث/ ۲۱۵۹

عہد وپیمان توڑنے والوں کے ساتھ رویہ

غیر مسلموں کے ساتھ جو معاہدے ہوئے تھے وہ دفاعی نوعیت کے تھے۔ مسلمانوں کو ہمیشہ یہ خطرہ رہتا تھا کہ یہ کسی نازک موقع پر یہ عہد وپیمان توڑ کر ہماری پشت میں خنجر نہ گھونپ دیں۔ لہذا اللہ نے قرآن میں ان بد عہدوں کی عاقبت کو یوں بیان کیا ہے:

الَّذِينَ عَاهَدْتَ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَO فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَO وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ[1]

۵۶۔ جن سے آپ نے عہد لیا پھر وہ اپنے عہد کو ہر بار توڑ ڈالتے ہیں اور وہ ڈرتے نہیں ہیں۔ مشرکین کے ساتھ قتال کا حکم ۵۷۔ اگر آپ لڑائی میں ان پر غالب آ جائیں تو (انہیں کڑی سزا دے کر) ان کے ذریعے بعد میں آنے والوں کو بھگا دیں اس طرح شاید یہ عبرت حاصل کریں۔ ۵۸۔ اور اگر آپ کو کسی قوم سے خیانت کا خوف ہو تو ان کا عہد اسی طرح مسترد کر دیں جیسے انہوں نے کیا ہے، بیشک اللہ خیانت کاروں کو دوست نہیں رکھتا۔

اس کے کچھ ہی عرصے کے بعد سورۂ براءۃ کی وہ ابتدائی آیات نازل ہوئیں جن میں بدنیت اور بدعہد مشرک قبائل کے ساتھ کیے جانے والے معاہدوں کو کالعدم قرار دیا گیا اور انہیں چار ماہ کی مہلت دے کر یہ کہا گیا کہ وہ یا تو اسلام قبول کر لیں اور یا پھر اہلِ ایمان کے ساتھ جنگ کے لیے تیار ہو جائیں۔[2]

البتہ اسی سلسلہ بیان میں آیت ۷ میں یہ ہدایت کی گئی کہ حدیبیہ کے مقام پر مشرکین کے ساتھ جو معاہدہ کیا گیا ہے، اس کی پاس داری کی جائے، تاآنکہ مشرکین خود ہی اس کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوں۔

---

[1] - انفال/۵۶ ۵۸

[2]- لتوبہ/۱-۵

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی حکم کی وضاحت میں ارشاد فرمایا کہ:

امرت ان اقاتل الناس حتی یشدوا ان لا الہ لا اللہ وان محمدا رسول اللہ ویقیموا الصلاۃ ویوتوا الزکاۃ فاذا فعلوا ذلک عصموا منی دماءھم واموالہم الا بحق الاسلام وحسابہم علی اللہ[1]

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک لوگوں سے قتال کروں جب تک کہ وہ اللہ کا اقرار نہ کرلیں۔ پس جو لاالہ الا اللہ کا اقرار کرلے گا، اسے میری طرف سے جان اور مال کی امان حاصل ہو جائے گی اور اس کے اعمال کا حساب اللہ کے سپرد ہو گا۔

مشرکینِ عرب کے بہت سے گروہ دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔

د) عفو ودر گزر

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ.[2]

(اے رسول) یہ مہر الٰہی ہے کہ آپ ان کے لیے نرم مزاج واقع ہوئے اور اگر آپ تندخو اور سنگدل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے منتشر ہو جاتے، پس ان سے در گزر کریں اور ان کے لیے مغفرت طلب کریں۔

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ [3]

(اے رسول) در گزر سے کام لیں، نیک کاموں کا حکم دیں اور جاہلوں سے کنارہ کش ہو جائیں۔

بخاری شریف کی تیسری جلد باب المغازی میں ہے، حضورؐ ایک جنگ سے واپس آئے اور ایک ببول کے درخت کے سایہ میں قیلولہ فرمانے لگے۔ اتنے میں ایک اعرابی آیا۔ آپؐ کی آنکھ کھلی تو دیکھا اعرابی تلوار کھینچے ہوئے سرہانے کھڑا ہے اور کہہ رہا ہے "من یمنعک منی" تم کو ہم سے کون بچائے گا؟ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ بچائے گا۔ یہ سنتے ہی اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی اور

[1] ۔ زواوی، احمد بن عبد الفتاح، شمائل الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، دار القمۃ، اسکندریہ، ج ۱، ص: ۷۱

[2] ۔ آل عمران/۱۵۹

[3] ۔ الحجر/۹۴

حضورؐ نے تلوار اٹھائی اور فرمایا: اب تو بتا کہ تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ پھر وہ کانپنے لگا اور لرزنے لگا اور حضورؐ سے معذرت خواہ ہوا۔ پھر حضورؐ نے اسے چھوڑ دیا اور معاف فرمادیا۔ اس کے بعد وہ اپنی قوم میں گیا اور کہنے لگا؛ میں تمہارے پاس سب سے بہتر شخص کے پاس سے آیا ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ اس شخص نے آپؐ کے اخلاقِ کریمانہ اور شانِ عفو و درگزر سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا اور اسی کے سبب بہت سے افراد نے اسلام قبول کیا۔[1]

ر) حسن سلوک

آپ کی تبلیغی کامیابی میں آپ کے حسن سلوک کا بڑا دخل ہے آپ دوست و دشمن حتیٰ اپنے جانی دشمنوں سے بھی حسنِ سلوک فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ کے حسن سلوک کو دیکھتے ہوئے دشمن بھی آپ کے گرویدہ ہو جاتے تھے۔ آپ کے حسن سلوک کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

جنگی قیدیوں کے ساتھ آپؐ کا حسن سلوک

زمانۂ جاہلیت میں قیدی بے دست و پا ہوا کرتے، انہیں کوئی حقوق حاصل نہ ہوتیں، ان کے ساتھ کسی قسم کی خیر خواہی روانہ کی جاتی، ہر طرح کی بدتمیزی ان کے ساتھ روز مرہ کا معمول تھی لیکن آپؐ کا رحیمانہ طرزِ عمل ان جانی دشمنوں کے ساتھ تھا جنہوں آپؐ کو تکلیف دینے میں کوئی کسر نہ چھوڑی، جب یہی قیدی بن کر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زیر دست آئے تو آپؐ نے ان سے ظلم و ستم سہنے کے باوجود انہیں عفو و کرم کی چادر میں لپیٹ لیا۔

قیدیوں کے ساتھ آپ کا حسن سلوک کے نمونے

- حاتم طائی کی صاحبزادی کے ساتھ حسن سلوک

ایک جنگ میں کئی لوگوں کو قیدی بنا کر لایا گیا، ان میں سخاوت و فیاضی میں مشہورِ زمانہ حاتم طائی کی صاحبزادی بھی تھی۔ جب اسے رسالت مآبؐ کی خدمت میں لایا گیا تو اس نے کہا: اے محمدؐ! کیا تم جانتے ہو میں کون ہوں؟ میں عرب کے مشہور قبیلے کے سردار کی بیٹی ہوں۔ میرا باپ سخاوت و فیاضی میں ممتاز تھا، وہ بھوکوں کو کھانا کھلاتا، ننگوں کو کپڑا پہناتا اور حاجت مندوں کی حاجتیں پوری کرتا تھا۔

[1]۔ بخاری، محمد بن اسماعیل صحیح بخاری، ج ۳، باب المغازی، غزوہ الرقاع، حدیث نمبر ۴۱۳۵

کوئی سائل اس کے در سے خالی ہاتھ نہیں پلٹا۔ نبی کریمؐ نے جب یہ خوبیاں سنیں تو فرمایا کہ یہ اعلیٰ صفات تو اہل ایمان کی ہیں اگر تمہارا باپ مسلمان ہوتا تو وہ بڑا نیک اور متقی انسان ہوتا۔ اس کے بعد آپؐ نے ارشاد فرمایا "اس کو رہا کر دیا جائے کیوں کہ اس کا باپ حسنِ اخلاق اور اعلیٰ صفات کا مالک تھا۔ جب اسے رہا کیا گیا تو وہ نبی کریمؐ کے مکارمِ اخلاق سے متاثر ہو کر اپنے بھائی کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہوئی۔[1]

- ## بدر کے قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک

رسول اللہ نے بدر میں کے قیدیوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور خیر خواہی کی تلقین فرمائی، اور خود کو غذا پیش کرتے تھے۔[2]

صحابہ کرام روٹی قیدیوں کو دیتے اور خود کھجور پر گزارا کیا کرتے تھے، ابو عزیزان جو مشرکین کا علمدار تھا، وہ جنگ بدر میں قیدی بنا، وہ کہتا ہے کہ صحابہ کرام کی طرزِ خدمت دیکھ کر مجھے خود شرم محسوس ہوتی تھی۔[3] جب ہوازن کے قیدی آئے تو ان کے لیے آپؐ نے لباس خریدا اور انہیں زیب تن کرایا، وہ لباس اس قدر عمدہ تھے کہ رہائی کے بعد بھی وہ انہیں پہنا کرتے تھے۔ اسی طرح آپ نے عبد اللہ بن ابی کا کرتہ منگوا کر حضرت عباس کو پہنایا۔[4] اور جب وہ اس دنیا سے گیا تو آپ نے اپنی قمیض اسے پہنائی۔ آپؐ قیدیوں کے قیام کے لیے دو مقامات میں سے ایک کا انتخاب فرماتے، ایک تو صحابہ کرام رضي الله عنهم کے گھروں میں قیام ہوتا، ، صحابہ کرام اس کی خاطر تواضع دل وجان سے فرماتے۔ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ آپؐ کے پاس کوئی قیدی لایا جاتا تو آپؐ کرامث نامی صحابی کے حوالے کرتے، وہ اپنی ذات پر قیدی کو ترجیح دیتے۔[5]

دوسرا مقام قیدیوں کے لیے مسجد ہوا کرتا تھا تاکہ قیدی مسجد میں رہ کر مسلمانوں کے اعمال واخلاق کو ملاحظہ کریں اور اس سے تاثر لیں اور یہی تاثر ان کے ایمان کا سبب بنے، اس کے اثرات بھی بڑے

---

[1] - رسولی سید ہاشم، زندگانی محمد (ص) پیامبر اسلام، تہران، انتشارات کتابچی، چ پنجم، ۱۳۷۵ش ترجمہ، ج ۲، ص: ۳۶۰

[2] - حسینی، محمد بھاالدین، بادہ باب، انتشارات کردستان، ۱۳۸۴ش، ص ۲۸۱

[3] - ابن ہشام حمیری، معافری، السیرۃ النبویۃ ج ۲، ص: ۴۷۵

[4] - بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، باب ۴۲، الکسوۃ للأساری، رقم حدیث نمبر ۳۰۰۸

[5] - آلوسی، محمود ابوالفضل، روح المعانی، فی تفسیر القرآن العظیم، و سبع المثانی، داراحیاء التراث العربی بیروت، ج ۲۹، ص ۱۵۵

اچھے مرتب ہوئے، چناں چہ ثمامہ ابن اثال کو مسجد ہی میں قید کیا گیا تھا، اس نے مسجد میں رہ کر آپؐ اور صحابہ کرام کی عبادات واخلاق سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا تھا۔[1]

دورِ نبوت میں ایک اور واقعہ اسی اسی طرح کا پیش آیا کہ آپ ﷺ کے پاس ابو اسید انصاری رضی اللہ عنہ قیدیوں کو لے کر حاضر ہوئے، سب قیدی صف بستہ کھڑے تھے، آپ ﷺ نے قیدیوں پر نظر دوڑائی تو ایک خاتون رو رہی تھی، آپؐ نے رونے کا سبب دریافت کیا، اس نے جواب دیا کہ میرا لڑکا بنو عباس میں بیچ دیا گیا ہے، آپؐ نے ابو اسید کو فوراً حکم دیا کہ جاؤ! فوراً اس بچے کو لے کر آؤ، ابو اسید سوار ہو کر اس بچے کو لے آئے۔ آپؐ نے اپنے قول پر عمل کر کے اس مقید خاتون کے آنسوؤں کو خشک کیا، اس کی دلی حسرت و آرزو کی تکمیل فرمائی، جو قیدیوں کو گرفتار کر کے لائے تھے انہیں ہی اس بات پر مکلف کیا کہ وہ فوری بچے کو لے آئیں، یہ سرکارِ دو عالم ﷺ کا قیدیوں کے تئیں اسوہ تھا کہ آپؐ نے قیدیوں کے ساتھ انسانی بنیادوں پر احسان کا معاملہ فرمایا۔[2] جب بدر کے قیدی آئے تو آپؐ فرمایا:

ماترون في هؤلاء الأسرى؟ إنّ الله قد أمكنكم منهم، و إنماهم إخوانكم بالأمس.[3]

اے لوگو! اللہ نے آج تم کو ان پر قدرت دی ہے اور کل یہ تمہارے بھائی تھے۔

اور مقام پر آپؐ نے فرمایا:

استوصوا بالاسارى خيرا[4]

قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت قبول کرو۔

اہل کتاب کے ساتھ رسالت مآبؐ کا حسن سلوک

رسولؐ کے دشمنوں میں سے ایک گروہ اہل کتاب تھا۔ رسول خدا چاہتے تھے کہ اہل کتاب کے ساتھ امن و صلح سے رہیں۔ رسول خداؐ کی تبلیغی حکمت عملی مختلف مذاہب اور افراد کے

---

[1] - بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری باب ۴۲ االمغازی، وفد بنی حنیفہ، رقم حدیث ۴۳۷۲۔

[2] - قیدیوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رحیمانہ سلوک، مفتی محمد مجیب الرحمٰن دیودرگی، http://www.farooqia.com/ur/lib/1434/05/p53.php

[3]- سبل الشامی محمد بن یوسف الصالحہ، الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ط الأولی، ۱۹۹۳/۱۴۱۴.

[4]- الذہبی، شمس الدین محمد بن احمد، تاریخ الاسلام و وفیات المشاہیر و الأعلام، بیروت، دار الکتاب العربی، ط الثانیۃ، ۱۹۹۳/۴۱۳.

کے لیے مختلف تھی وہ افراد کے رویوں کے مطابق ان سے کلام کرتے اور ان کی ہدایت فرماتے تھے حتیٰ مثالیں دیتے ہوئے بھی مخاطب کی نفسیات اور ترجیحات اور اس کے عقلی استعداد کو مد نظر رکھتے تھے اسی لیے فرمایا: إِنَّا مَعْشَرَ الْأَنْبِيَاء أُمِرْنَا أَنْ نُكَلِّمَ النَّاسَ عَلَى قَدْرِ عُقُولِهِمْ[1]

لہذا آپ کا اہل کتاب سے گفتگو کرنے کا طریقہ دوسروں سے مختلف تھا۔

اہلِ کتاب کے ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسن سلوک

جنگِ خندق میں جب رسولِ خدا کو معلوم ہوا کہ یہودی قبیلہ بنی قریظہ جو مسلمانوں کے ہم پیمانوں میں سے تھا عہد شکنی کرتے ہوئے مشرکین مکہ کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے پر تلا ہوا ہے تو آپؐ نے کچھ اصحاب کو ان سے بات چیت کرنے کے لیے بھیجا تو دیکھا یہودی مورچہ بند ہو گئے ہیں اور تمام جنگی تدابیر اختیار کر چکے ہیں۔ آپ نے فوجی افسر حضرت سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ کو یہ کہہ کر بھیجا کہ اگر اب بھی اپنے عہد کی وفاداری کریں تو ان کو کچھ نہ کہا جائے گا۔ دونوں صحابیوں نے نے خدا اور پیمان کی قسم دی مگر اس کا جواب گالی گلوچ سے ملا۔

اہل کتاب کو اتحاد اور تعاون کی دعوت

اللہ تعالیٰ نے رسول خدا کو حکم دیا کہ جن مسائل میں اہل کتاب اور مسلمان متفق ہیں ان میں ایک دوسرے کو اتحاد اور تعاون کرنے کی دعوت دیں:

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ[2]

کہدیجئے: اے اہل کتاب! اس کلمے کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے۔

عمدہ طریقے سے گفتگو کرنے کا حکم

وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ[3]

1۔ الکلینی، یعقوب، الکافی، ج۱ص ۲۳

2۔ آل عمران/۶۴

3۔ عنکبوت/46

اور تم اہل کتاب سے مناظرہ نہ کرو مگر بہتر طریقے سے تفرقہ کے بجائے مشترکات پر اتفاق کی دعوت۔

وَقُولُوا آمَنَّا بِالَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَأُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَإِلَٰهُنَا وَإِلَٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ [1]

اور کہدو کہ ہم اس (کتاب) پر ایمان لائے ہیں جو ہماری طرف نازل کی گئی ہے اور اس (کتاب) پر بھی جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔

اہلِ کتاب کی مکمل آزادی

اہلِ کتاب کو ریاستِ مدینہ میں مکمل آزادی تھی ان کے عبادت خانوں کو کبھی بند نہ کیا گیا اور نہ ہی ان کو دین چھوڑنے یا اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا گیا۔ اپنے دین کے مطابق زندگی بسر کرنے کی مکمل آزادی دی گئی۔ [2] لیکن اہلِ کتاب بلخصوص یہودیوں نے اسلام اور مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لیے طرح طرح کی سازشیں کی جس کہ وجہ سے ان کو سزائیں بھگتنا پڑیں۔

یہودیوں اور عیسائوں کا رسول خدا ﷺ کے ساتھ رویہ اور رسول اللہ کا ان کے ساتھ کیا رویہ روا رکھا ؟ تفصیل سے جانتے ہیں۔

۱) یہودیوں کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رویہ

نبی اکرمؐ جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں یہود کے تین بڑے قبائل بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ آباد تھے۔ وہ عرصہ دراز سے نبی آخر زمانؑ کے منتظر تھے کہ جس کی توریت نے بشارت دی تھی چونکہ رسول خدا ﷺ قوم بنی اسرائیل میں سے نہیں تھے اس لیے انہوں نے آپؐ کا انکار کیا۔ مسلمانوں کی مدینے میں اکثریت ہونے کی وجہ سے وہ بے بس تھے اور مسلمانوں کے ممکن الوقوع خطرہ سے محفوظ رہنے کے لیے ان میں سے کچھ سرکردہ افراد نے آپؐ کے پاس آکر ایک معاہدہ کی پیشکس کی اور کہا: ہمارا معاہدہ یہ ہے کہ ہم آپ کے خلاف کوئی اقدام نہیں کریں گے، آپ کے

---

[1] - عنکبوت/46

[2] - سعادت احمد، مجلّہ کوثر معارف - سال دوم، دی ۱۳۸۵ - شمارہ ا، قم ایران.

اصحاب پر حملہ نہیں کریں گے اور آپ کے خلاف کسی بھی گروہ کی مدد نہیں کریں گے، اسی طرح آپ بھی ہم سے کوئی سروکار نہ رکھیں۔ رسول خدا نے قبول کیا مگر اس میں ایک شق کا اضافہ کیا کہ معاہدہ کی خلاف ورزی کی صورت میں ان کا خون بہانے، ان کے مال کو ضبط کر لینے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو اسیر کرنے کا اختیار ہوگا۔ اس معاہدہ پر تینوں قبیلوں، بنی نضیر، بنی قریظہ اور بنی قینقاع نے دستخط کیے۔[1]

مگر یہ یہودی قبائل اس معاہدے کی پاسداری نہ کر سکے اور معاہدہ توڑنے کے جرم میں یکے بعد دیگرے انہیں مدینہ منورہ سے جلاوطن ہونا پڑا۔ سب سے پہلا قبیلہ جس نے معاہدے سے انحراف کیا، بنوقینقاع تھا، جب بدر کی جنگ میں قریش کی کمر ٹوٹ گئی اور مسلمانوں کو فیصلہ کن فتح نصیب ہوئی تو یہودیوں میں تشویش اور اضطراب کی کیفیت پیدا ہوئی اور درون خانہ سازشوں کا سلسلہ چل نکلا۔

یہودیوں کی رسول اکرمؐ سے دشمنی

یہودیو کے ساتھ معاہدہ اور یہودیوں کی پیمان شکنی

ایک یہودی کی ایک مسلمان عورت کی بے حرمتی پر ایک جوان نے یہودی کو قتل کیا۔ یہودی قبیلے والوں نے حملہ کر کے مسلمان کو قتل کیا۔ رسول اللہؐ معالات کو سلجھانے کے لیے ان کے محلے گئے تو انہوں نے اپنے آپ کو جنگ پر آمادہ کر دیا اور کہا ہم معاہدے کی پاسداری نہیں کریں گے۔ تو آپ نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ بالآخر یہودی تسلیم ہو گئے۔ پیغمبر اکرمؐ کا ارادہ تو یہ تھا کہ ان لوگوں کو سخت سزا دی جائے مگر "عبداللہ بن ابی" کے اصرار پر جو منافق تھا مگر ظاہر میں اسلام کا اظہار کیا کرتا تھا انہیں مدینہ بدر کرنے کا حکم دیا۔[2] سورۂ حشر میں اس بات کی اشارہ کیا ہے:

وَ لَوۡ لَاۤ اَنۡ کَتَبَ اللہُ عَلَیۡھِمُ وَلَوْلَا أَنْ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ[3]

[1] ۔ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار ج ۱۹ ص ۱۱۰، ۱۱۱

[2] ۔ الواقدی، محمد بن عمر، المغازی مؤسسۃ الأعلمی، ط الثالثۃ، ۱۴۰۹/۱۹۸۹ بیروت، ج ا ص ۱۷۶ ۔ ۱۷۸

[3] ۔ الحشر، ۳

اور اگر اللہ نے ان پر جلا وطنی لکھ نہ دی ہوتی تو انہیں دنیا میں ضرور عذاب دیتا اور آخرت میں تو ان کے لیے ہے ہی جہنم کا عذاب۔

قتل رسول کی سازش

یہودیوں کی تمنا تھی کہ رسول اللہ قتل ہو جائیں لیکن ہر میدان میں اللہ نے ان کی حفاظت کی۔ لیکن یہودی رسول اللہ کو قتل کرنے کے لیے موقع ڈھونڈتے رہے۔ رسول اللہ قبیلہ بنی عامر کے ہاں ایک مسئلے کے حل کے لیے گئے تو رسول اکرم کو مشکوک حرکات کا احساس ہوا آپ بنا کچھ بتائے اٹھ کر مدینہ آ گئے اللہ نے یہودیوں کی قتل کی شازش کو بے نقاب کیا کہ وہ دیوار سے بھاری پتھر گرا کر قتل کرنا چاہتے تھے۔[1]

اسی طرح فتحِ خیبر کے بعد یہودیوں نے ایک بکرا ذبح کر کے اسے بھونا اور اسے مسموم کیا۔ رسول اللہ نے پہلا لقمہ منہ میں ڈال کر پھینک دیا۔[2]

بنی نضیر کے یہودیوں کی پیمان شکنی

"بنی نضیر" دوسرا یہودی قبیلہ تھا جس نے معاہدے کی خلاف ورزی کی۔

قبیلہ بنی عامر کے ایسے دو آدمیوں کو جو رسول خدا ﷺ کے ہم پیمان تھے ایک مسلمان نے قتل کیا آپؐ ان لوگوں کا خون بہاء ادا کرنے کے سلسلہ تشریف لے گئے تو انہوں نے رسول کو قتل کرنے کی سازش کی اس کے درعمل میں آپ نے لشکرِ اسلام قبیلے کا محاصرہ کیا جب انہوں نے ہتھیار ڈال دیے اور خود شہر بدر ہونے پر راضی ہو گئے تو رسول نے ان کی جان بخشی کی اور انہیں چھوڑ دیا۔[3]

بنی قریظہ کے یہودیوں کی عہد شکنی

بنی قریظہ نے سب سے زیادہ نازک حالات میں اپنا معاہدہ توڑا جب مشرکین قریش اور دوسرے تمام قبائل نے مل کر اسلام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے مدینے پر دھاوا بول دیا تھا اسی دوران بنی قریظہ نے

---

[1] - ابن کثیر، دمشقی، اسماعیل بن عمر، البدایہ والنہایہ، ج ۴، ص: ۷۵

[2] - القیرونی، ابی محمد عبداللہ، ، الجامع السنن، موسسہ الرسالہ، مطبوعہ ۱۹۸۳ص ۲۸۸

[3] - الواقدی، محمد بن عمر، المغازی ج ا، ص: ۳۶۴-۳۶۶-

مشرکین کو پیغام بھیج کر دو ہزار کے لشکر کی مدد مانگ لی تاکہ اس کے ذریعے مدینہ کو تاراج کریں۔
قرآن نے مسلمانوں کی حالت کو اس موقع پر یوں بیان کیا:

إِذْ جَاءُوكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا [1]

جب وہ تمہارے اوپر اور نیچے سے تم پر چڑھ آئے اور جب آنکھیں پتھرا گئیں اور (مارے دہشت کے) دل (کلیجے) منہ کو آگئے اور تم لوگ اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔

مسلمان خندق کی حفاظت کر رہے تھے، پیغمبر اکرمؐ نے دو افسر اور پانچ سو سپاہیوں کو معین کیا تاکہ شہر کے اندر گشت لگا کر پہرہ دیتے رہیں اور نعرہ تکبیر کی آواز بلند کر کے بنی قریظہ کے حملوں کو روکیں تاکہ اس صدائے تکبیر سن کر عورتوں اور بچوں کی ڈھارس بندھی رہے۔ [2]

جنگ احزاب میں مشرکین کی ناکام واپسی کے بعد بنی قریظہ کو سبق سکھانے کی باری آئی رسول اللہ نے احزاب کے جنگی لباس میں بنی قریظہ کی طرف پیش قدمی کی اور ان کے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ تو سعد کی ثالثی اور فیصلے کو قبول کرنے کو کہا۔

سعد نے جنگ احزاب میں یہودیوں کی عہد شکنی اور خیانت کی سزا یہ سنائی:

۱۔ ان کے جنگ کرنے والے مردوں کو قتل کر دیا جائے
۲۔ ان کے مال واسباب کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دیا جائے_
۳۔ ان کی عورتوں اور بچوں کو اسیر بنالیا جائے رسول خدا نے اس فیصلے پر فرمایا:

لقد حكمت فيهم بحكم الله من فوق سبعة أرقعة [3]

مدینہ بدر ہونے ہونے والے اکثر یہودیوں نے خیبر کا رخ کیا وہ انتقام سے بھرے تھے وہاں بھی وہ اپنے ہتھکنڈوں سے باز نہ آئے۔

[1] - احزاب/۱۰
[2] - الواقدی, محمد بن عمر, المغازی، ج 2، ص ۴۶۰
[3] - ابن خلدون، عبد الرحمٰن بن محمد، تاریخ ابن خلدون، دار الفکر، ط الثانیۃ، ۱۹۸۸/۱۴۰۸۔ بیروت، ج ۲، ص: ۴۴۴

تب انہوں نے آس پاس کے قبائل کو مسلمانوں کے مقابلے کے لیے تیار کیا، یہاں تک کہ ایک عظیم لشکر تیار کر لیا۔ یہ واقعہ ۷ ہجری کا ہے، حضور کو جب اس کی اطلاع ملی چند اصحاب کو تحقیق کے لیے بھیجا۔ حضور کی خواہش تھی کہ ان کے ساتھ معاہدہ ہو جائے۔ لیکن یہود سخت دل اور بدگمان قوم تھی ۔جب حضور کو یقین ہو گیا کہ یہود لڑنے کے درپے ہیں تو آپ نے جنگ کا قصد کیا۔ یہود معاہدہ صلح پر آمادہ نہ تھے۔ وہ مسلمانوں کو ختم کرنے کے درپے تھے اور پھر اہل کتاب کے بارے میں خدا کا یہ حتمی فیصلہ بھی نازل ہو چکا تھا:

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ [1]

اہل کتاب میں سے جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور اللہ اور اس کے رسول نے جو کچھ حرام کیا ہے اسے حرام نہیں ٹھہراتے اور دین حق بھی قبول نہیں کرتے، ان لوگوں کے خلاف جنگ کرو یہاں تک کہ وہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں۔

اس جنگ میں اہل خیبر کو شکست ہوئی۔ ان کے اہل توحید ہونے کی وجہ سے انہیں موت کی سزا تو نہیں دی گئی، البتہ انہیں مسلمانوں کے ماتحت ہو کر زندگی گزارنے کی اجازت دے دی گئی۔

ب) عیسائیوں کا کردار اور آپ کا رویہ

اہل کتاب میں دوسرا مذہب عیسائی تھا۔ ان کی تعداد مدینہ میں کم تھی۔ عرب میں عیسائی مذہب کا مرکز نجران جو یمن میں ہے اور اسی طرح رومیوں کی تبلیغی کوشش سے بہت سے لوگوں نے عیسائی مذہب قبول کیا۔[2]

عیسائیوں کا اثر رسوخ کم تھا ان کا مرکز یمن میں نجران تھا۔ یہ مسلمانوں کے دکھ درد میں شریک تھے۔ اللہ نے ان کی تعریف میں فرمایا[1] اور ضرور تم مسلمانوں کی دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان کو پاؤ

---

[1] ۔ التوبہ/۲۹

[2] ۔ یعقوبی، احمد بن ابی یعقوب، تاریخ الیعقوبی، ج ا، ص ۲۵۷

پاؤ گے جو کہتے ہیں ہم نصاریٰ ہیں یہ اس لیے کہ ان میں عالم اور درویش ہیں اور یہ غرور نہیں کرتے اور جب سنتے ہیں وہ جو رسول کی طرف اترا تو ان کی آنکھیں دیکھو کہ آنسوؤں سے ابل رہی ہیں اس لیے کہ وہ حق کو پہچان گئے، کہتے ہیں اے رب ہمارے! ہم ایمان لائے تو ہمیں حق کے گواہوں میں لکھ لے۔

یہودیوں اور عیسائیوں کا کردار ایک جیسا نہ تھا لہذا رسول اللہ نے بھی ان دونوں کے کردار کے مطابق ان سے سلوک کیا۔ قرآن نے بھی یہودیوں اور عیسائیوں کے درمیان فرق کو یوں بیان فرمایا:

لَيْسُوا سَوَاءً مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَO يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَأُولَٰئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ [2]

سب برابر نہیں ہیں، اہل کتاب میں کچھ (لوگ) ایسے بھی ہیں جو (حکم خدا پر) قائم ہیں، رات کے وقت آیات خدا کی تلاوت کرتے ہیں اور سر بسجود ہوتے ہیں۔ وہ اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے، نیک کاموں کا حکم دیتے، برائیوں سے روکتے اور بھلائی کے کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور یہی صالح لوگوں میں سے ہیں۔

لیکن قرآن کی نظر میں یہ دونوں خدا کے ساتھ عزیر [3] اور مسیح کو ابن اللہ [4] کہنے اور تثلیث پر اعتقاد کی وجہ سے کافر کہلاتے ہیں۔ [5]

---

[1]- المائدہ، ۸۳/۸۲-۸۳ - :لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَ لَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَ رُهْبَانًا وَّ اَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ وَ اِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ

- [2] العمران/۱۱۴، ۱۱۳

[3]- التوبۃ/۳۰ : وَ قالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَ قالَتِ النَّصارى الْمَسيحُ ابْنُ اللَّهِ ذلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْواهِهِمْ يُضاهِؤُنَ قَوْلَ الَّذينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّى يُؤْفَكُونَ

[4]- مائدہ/۷۲ -الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ

- [5] مائدہ/۷۳ -لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ وَ مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ

حجاز میں مسلمانوں کو کبھی بھی عیسائیوں سے تکلیف نہ پہنچی۔ جس وقت مسلمانوں کو کوئی پناہ نہ دیتا تھا حبشہ میں ایک عیسائی بادشاہ نے اپنے ملک میں پناہ دی۔ اسلام نے کبھی بھی ان پر کوئی سختی نہ کی اور وہ مکمل آزاد تھے۔ قرآن میں بعض مقامات پر عیسائی علماء کی تعریف کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں ایک سورہ حضرت مریم کے نام سے موجود ہے۔ قرآن میں حضرت عیسیٰؑ اور ان کی ماں کی فضیلت اور سرنوشت تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ حضرت جعفر بن ابو طالبؑ نے نجاشی کے دربار میں سورہ مریم کی تلاوت کی جسے سننے کے بعد نجاشی چشم آبدیدہ ہوگئے اور اسلام سے محبت کرنے لگا۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عیسایوں کے ساتھ رویہ

مذاہب کے ساتھ علمی مباحثہ

مشرکین اللہ کے رسول کو پریشان کرنے کے لیے یا رسول اللہ کو نیچا دکھانے اور جھٹلانے کے لیے آپ سے مختلف سوالات کرتے۔ اللہ نے رسول کی تسلی کے لیے ماسبق انبیاء سے کیے ہوئے سوالات کا تذکرہ کیا۔ عہدِ نبوی میں یہودیوں کا علمی شہرہ تھا اور بڑے بڑے تورات کے عالم موجود تھے جو رسول اللہ کی علمی شہرت سے حسد کرتے تھے۔ ان میں سے بہت سے احبار بھری محفل میں آپ سے مختلف سوالات کرتے۔ آپ ان کے مختلف سوالات کا بڑے پروقار طریقے سے جواب دیتے۔ ان میں بہت سے ایسے سوال کرنے والے نامور علماء اور دانشور نہ صرف آپ کی علمیّت کے معترف ہوتے بلکہ اسلام کی سعادت سے بھی سرشار ہوتے۔

دو نمونے بطور شاہد بیان کیے جاتے:

پہلا نمونہ

حضرت عبداللہ بن سلام جو یہود کے جلیل القدر عالم تھے حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد سے تھے. ان کا اصل نام حصین تھا اور وہ یہود بنی قینقاع سے تعلق رکھتے تھے. جب رسول خدا مدینے تشریف لائے تو عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ سے کچھ سوالات کیے۔ اللہ کے رسولؐ کو حضرت جبرائیل پہلے ہی اس کی خبر دے چکے تھے۔ چنانچہ آپ نے ان سوالات کے جوابات دیے۔ جب تسلی بخش جواب ملے تو فوراً مسلمان ہو گئے۔

وعن أنس قا ل سمع عبد الله بن سلام بمقدم رسول الله صلى الله عليه و سلم وهو في أرض يخترف فأتى النبي صلى الله عليه و سلم فقال إني سائلك عن ثلاث لا يعلمهن إلا نبي قال: أخبرني بهن جبرئيل انفا [1]

دوسرانمونہ

حضرت ضمام بن ثعلبہ بنی سعد بن بکر قبیلہ سے تھے۔ جب اللہ کے رسولؐ اپنے اصحاب کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما تھے، ضمام نے آپ سے چند پیچیدہ مسائل دریافت کیے، حضور ﷺ نے ان کے سوالات کا اطمینان بخش جواب دیا تو انہیں یقین ہو گیا کہ یہ وہی نبی آخر الزمان ہیں جن کی بعثت کی پیشین گوئی صحائفِ قدیمہ میں درج ہیں ان کا دل نورِ ایمان سے جگمگا اٹھا اور کہا: رسول للہ! میں شہادت دیتا ہوں کہ آپؐ للہ کے سچے رسول ہیں۔ [2]

مباہلہ

آیتِ مباہلہ نجران کے نصاریٰ کے درمیان ہونے والے مباہلے کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ جب نبی اکرمؐ نے نجران کے عیسائیوں کی طرف پیغام بھیجا کہ تین چیزوں میں سے ایک کو قبول کر لیں۔ اسلام قبول کرو، جزیہ ادا کرو یا جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ مسیحیوں نے آپس میں مشورہ کر کے علماء کے ایک وفد کو حضورؐ کی خدمت میں بھیجا۔ ان لوگوں نے حضرت عیسیٰ کے ابن اللہ ہونے پر بات کی اللہ نے اس کا جواب دیا: [3] لیکن وہ نہ مانے، یہاں تک کہ حضرت عیسی کی الوہیت ثابت کرنے میں ان لوگوں نے انتہائی بحث و تکرار سے کام لیا۔ تو اللہ نے وحی بھیجی:

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ [4]

---

[1] - الخطیب العمری، امام ابوعبداللہ ولی الدین محمد بن عبداللہ، مشکوۃ المصابح، ترجمہ مولانا محمد عبد الاول الغزنوی، مکتبہ محمدیہ، لاہور۔ ۲۰۱۲، معجزوں کا بیان۔ حدیث ۵۸۷ ،ج ۵، ص ۸۲

[2] - کاشانی، فیض، ملا محسن، المحجۃ البیضاء، الموسسۃ الاعلمی، بیروت، ۱۹۸۳ ج ۱، ص ۱۳۶

[3] - العمران/۵۹: إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ ٱللَّهِ كَمَثَلِ ءَادَمَ خَلَقَهُۥ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ

[4] - العمران/۶۱

آپ کے پاس علم آجانے کے بعد بھی اگر یہ لوگ (عیسیٰ کے بارے میں) آپ سے جھگڑا کریں تو آپ کہدیں: آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ، ہم اپنی بیٹیوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنی بیٹیوں کو بلاؤ، ہم اپنے نفسوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنے نفسوں کو بلاؤ، پھر دونوں فریق اللہ سے دعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔

اس آیت کے نزول کے بعد نبی ﷺ اپنے نواسوں حسنؑ اور حسینؑ اپنی بیٹی سیدہ فاطمہؑ اور داماد حضرت علیؑ کو لے کر گھر سے نکلے، دوسری طرف مسیحیوں نے مشورہ کیا کہ اگر یہ نبی ہیں تو اپنے ہی جگر گوشوں کو لے کر آئیں گے۔ جب آل رسولؑ کو مباہلہ میں آتے دیکھا تو اسقف نے کہا: اگر یہ دعا کے لیے ہاتھ اٹھائیں تو پہاڑ بھی اپنی جگہ چھوڑ دے گا چنانچہ نجران کے عیسائیوں نے مباہلے سے ہاتھ اٹھالیا۔ اللہ کے رسولؐ نے ان کے ساتھ معاہدہ کیا، وہ جزیہ دینے پر تیار ہو گئے۔[1]

نتیجہ

نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ تمام انسانوں کے لیے نمونہ ہے۔ آپ کی سیرت، کلمہ گو اور کافروں اور جانی دشمنوں کے ساتھ حسن سلوک اور رحم کرم، عفو در گزر سے لبریز ہے۔ آپ کو رحمت للعالمین بنا کر بھیجا اور آپؐ کے لائے ہوئے دین کو اسلام کہا، جس کے معنی ہی سلامتی کے ہیں۔ آپؐ لوگوں کی ہدایت اور دین دنیا میں کامیابی چاہتے تھے جب لوگ جہالت کی وجہ سے ہدایت کی طرف نہیں آتے تو آپ کو سخت تکلیف ہوتی۔ آپ مختلف طریقوں سے لوگوں کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرتے۔

دوسری طرف نظام اجتماعی کو دشمنوں اور مخالفین کی شرور سے محفوظ کرنے کے لیے امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور معاہدے اور اس کی پاسداری کا ایسا نظام دیا جس کی وجہ سے اجتماعی معاملات اور لوگوں کے جان مال محفوظ رہیں معاہدوں کی پاسداری نہ کرنے والوں سے سختی سے نمٹا گیا۔

[1] ۔ اسبحانی، جعفر، فروغ ابدیت، بوستان کتاب، ۱۳۸۵ش، قم ص ۹۰۷

لہذا ہر انسان اور طبقہ کو ایک ہی چھڑی سے نہ جلایا جائے بلکہ ہمیں لوگوں کے اطوار اور کردار کے مطابق سیرت رسول کو مد نظر رکھ کر عمل پیرا ہونا چاہیے۔تاکہ دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل ہو سکے۔

مراجع وماخذ

قرآن مجید

۱. ابن فارس، احمد، مجمع مقاییس اللغۃ، داراحیاء التراث العربی، ۱۴۲۲ق، بیروت۔

۲. ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، دار صادر، ۱۴۱۴ق، بیروت۔

۳. ابن ہشام، عبدالملک بن ہشام الحمیری المعافری، السیرۃ النبویۃ (لابن ہشام) سنہ ندارد، دارالمعرفۃ، بیروت۔

۴. ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر، الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب، دارالجیل ۱۴۱۲/۱۹۹۲، بیروت

۵. اختر، حافظ محمود، عنوان تبلیغ دین میں نبی اکرم ﷺ کا طریقہ کار اور دور حاضر میں تبلیغ دین کی مساعی ماہنامہ محدث مئی، جون ۱۹۹۵ مدیر، حافظ عبدالرحمٰن مدنی، ۹۹ — جے بلاک، ماڈل ٹاون لاہور۔

۶. اصفہانی، راغب حسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، دارالعلم الدار الشامیۃ، ۱۴۱۲ق، دمشق بیروت۔

۷. آملی، عبداللہ جودی، وحی نبوت در قرآن، اسراء، ۱۳۸۱ق، قم ایران۔

۸. باشمیل، محمد احمد، صلح حدیبیہ، ترجمہ اختر فتح پوری، نفیس اکیڈمی، ۱۹۸۵ کراچی۔

۹. بخاری، محمد بن اسماعیل صحیح بخاری، دار لکتب العلمیہ، ۲۰۰۵، بیروت

۱۰. بدخشانی، مقبول بیگ، فیروز اللغت، فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ ۲۰۰۴، لاہور

۱۱. بلگرامی، سید اولاد حیدر فوق، اسوہ رسول، مصباح ٹرسٹ، ۲۰۱۱، لاہور۔

۱۲. ترقی، جاہ حمید، سیرۃ المصطفیٰ، حکمت، ۱۴۱۲ش، تہران

۱۳. جعفری، ارسیمانی، دھشیری حسن، دشمن شناسی از دیگاہ قرآن، دفتر انتشارات اسلامی، ۱۳۸۳ قم ایران۔

۱۴. خامنہ ای، سید علی، اسوہ رسول اکرم، ترجمہ کوثر عباس، خانہ فرہنگ ایران، ۲۰۱۵ حیدرآباد سندھ

۱۵. الخطیب العمری، امام ابوعبداللہ ولی الدین محمد بن عبداللہ، مشکوۃ المصباح، ترجمہ مولانا محمد عبد الاول الغزنوی، مکتبہ محمدیہ، لاہور

۱۶. ڈاکٹر حمید اللہ، خطبات بہاولپور، ادارہ تحقیقات اسلامی جامعہ الاسلامیہ العالمیہ، ۲۰۰۷، اسلام آباد

۱۷. رانا، ڈاکٹر احسان الحق، یہودیت و مسیحیت، مسلم اکادمی، ۱۹۸۱، لاہور۔

۱۸. سبحانی جعفر، فروغ ابدیت (سیرت النبیؐ)، نشر دانش، ۱۳۸۹ قم، ایران۔

۱۹. سبحانی، شیخ جعفر، سید المرسلین، مؤسسہ امام صادق، ۱۴۱۲ھ، قم ایران
۲۰. سرور، محمد بن نایف زین العابدین، دعوت الی اللہ اور انبیاء کرام کا طریق کار، مترجم، محمد خالد سیف ناشر طارق اکیڈمی، ۱۴۰۴ھ، فیصل آباد۔
۲۱. شریفی، سید علی میر، پیام آوران رحمت، سمت، ۱۳۸۵ ش تہران۔
۲۲. شفیع، مفتی محمد، تفسیر معارف القرآن، ادارہ المعارف کراچی، ۲۰۰۴، کراچی
۲۳. شیرازی، ناصر مکارم، تفسیر نمونہ، دار الکتب الاسلامیہ، ۱۳۷۴ ش، تہران، ایران۔
۲۴. شیرازی ناصر مکارم، پیامِ قرآن، دارلکتب الاسلامیہ، ۱۳۸۶ش، تہران، ایران۔
۲۵. صدیقی، عرفان حسن، اسلام کی اخلاقیات، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ، ۱۹۹۴، لاہور
۲۶. باطبایی سید محمد حسین، المیزان فی تفسیر القرآن، دفتر انتشارات اسلامی جامعہ ی مدرسین حوزہ علمیہ، ۱۴۱۷ق، ایڈیشن، پنجم، قم، ایران۔
۲۷. طبرسی فضل بن حسن تفسیر جوامع الجامع، انتشارات دانشگاہ تہران و مدیریت حوزہ علمیہ ۱۳۷۷ ش، قم، ایران۔
۲۸. عاملی، سید جعفر مرتضی، الصحیح من السریۃ النبی، دار الہادی، طبع چہارم، ۱۴۱۵ق۔ بیروت۔
۲۹. غزنوی سیدہ سعدیہ، نبی اکرمؐ بطور ماہر نفسیات، الفیصلہ ناشران و تاجران کتب، ۱۹۹۴، لاہور۔
۳۰. قرائتی، محسن، تفسیر نور، مرکز فرھنگی، ۱۳۸۳، قم، ایران
۳۱. قرشی، سید علی اکبر، قاموس قرآن، دار الکتب الاسلامیۃ، ۱۳۷۱ش طبع ششم، تہران۔
۳۲. قمی، علی بن ابراہیم، تفسیر قمی، دار الکتاب، ۱۳۶۷ش، قم ایران۔
۳۳. کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی، دار الکتب الاسلامیۃ، ۱۴۰۷ق، تہران
۳۴. لنگرودی، واعظ تاج محمد، اخلاق انبیاء، ترجمہ سید ذوالفقار علی، الحرمین پبلیشرز، ۲۰۰۴ کراچی۔
۳۵. لوئس معلوف، المنجد، ترجمہ و تصحیح، سعد حسن یوسفی، سید حسن ۔۔۔ دار الاشاعت، طبع یازدھم، ۱۹۹۴، کراچی۔
۳۶. مبارک پوری، مولانا صفی الرحمٰن، (ترجمہ اردو) الرحیق المختوم، المکتبۃ السلفیۃ، ۲۰۰۲، لاہور۔
۳۷. مجلسی، محمد باقر، حیاۃ القلوب، سرور، ۱۳۸۴ ش، قم، ایران۔
۳۸. مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۳ق، بیروت۔
۳۹. مسعود، خالد، حیات رسول امی، گنج شکر پرنٹرز، ۲۰۰۳، لاہور۔
۴۰. مودودی، مولانا ابوالاعلی، یہودیت قرآن کی روشنی میں، ادارہ ترجمان القرآن، ۲۰۰۰، طبع چھارم، لاہور۔
۴۱. مودودی، مولانا ابوالاعلی تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور۔

۴۲. نجفی، محسن علی، الکوثر فی تفسیر القرآن، مصباح القرآن ٹرسٹ، ۲۰۱۳، طبع سوم، لاہور۔
۴۳. ہادی، سید محمد، مطالعہ سیرت النبیؐ، خانہ فرہنگ ایران، ۲۰۱۶، پیشاور پاکستان۔

ویب سائٹس/سوفٹ ویئرز

۴۴. www.millat.com
۴۵. kitabosunnat.com
۴۶. www.noorlib.ir
۴۷. www.hozeh.org
۴۸. www.albayan.ir/software
۴۹. www.albayan.ir/software
۵۰. www.ghaemiyeh.com
۵۱. www.ghbook.ir
۵۲. http://www.almeshkat.net
۵۳. www.library.tebyan.net
۵۴. Maktabah Shamilah